بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

نماز کی حکمت و معنویت

سید جلال الدین عمری

بارہویں صدی ہجری کے امام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ احکامِ شریعت کے متعلق بعض اوقات یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان میں کوئی حکمت اور مصلحت نہیں ہے۔ ان میں اور ان کی جزا میں کوئی مناسبت یا تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔ ان کی نوعیت بس ایسی ہے جیسے کوئی مالک اپنے غلام کی اطاعت اور فرماں برداری کا امتحان لینا چاہیے۔ اس کے لیے وہ اسے کوئی پتھر اٹھانے یا کسی درخت کو چھونے کے لیے کہے۔ اس کا فائدہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ غلام تعمیل حکم کرے تو اسے جزا اور خلاف ورزی کرے تو اسے سزا دی جائے۔

فرماتے ہیں: شریعت کے بارے میں یہ ایک فاسد خیال ہے۔ سنت اور اجماعِ خیر القرون سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ اگر اعمال کے پیچھے کوئی حکمت نہیں ہے تو ان کا دار و مدار انسان کی نیت اور اس کی نفسیاتی کیفیت پر کیوں ہے؟ جس جذبہ کے تحت اعمال انجام دیئے جاتے ہیں، شریعت میں اس کا اعتبار ہے۔ اس کی بنیاد پر اسے رد یا قبول کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد شاہ صاحب نے نماز کی مثال دی ہے کہ وہ اللہ کے ذکر اور اس سے مناجات کے لیے شریعت میں رکھی گئی ہے۔ نماز کا ایک مقصد یہ بھی بیان ہوا ہے کہ وہ آدمی کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور اس کے مشاہدہ کے قابل بناتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم اپنے رب کو جلد ہی (آخرت میں) اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھتے ہو اور بغیر شک و شبہ کے دیکھتے ہو۔ اس کے لیے اس بات کا اہتمام کرو کہ فجر اور عصر کی نماز چھوٹنے نہ پائے۔

اس طرح کی متعدد مثالوں سے حضرت شاہ صاحب نے ثابت کیا ہے کہ خود قرآن و

حدیث میں بہت سے احکام شریعت کی حکمت اور دنیا اور آخرت میں ان کے فوائد و ثمرات کا ذکر موجود ہے۔ اس لیے یہ سوچنا صحیح نہیں ہے کہ یہ بے فائدہ اعمال ہیں۔ ان کے پیچھے کوئی حکمت نہیں ہے[1] شاہ صاحب نے اپنی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں اسی کو موضوع بنایا ہے اور احکام شریعت کی بڑی گہری حکمتیں بیان کی ہیں۔

احکام شریعت میں نماز سب سے پہلا اور سب سے اہم حکم ہے۔ یہاں خود قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی معنویت، حکمت، زندگی سے اس کے تعلق اور اس کے اثرات کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

کائنات حالتِ نماز میں ہے

یہ ساری دنیا یہ زمین و آسمان اور ان میں پائی جانے والی تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تسبیح و تہلیل میں لگی ہوئی ہیں۔ یہ ان کی نماز ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ	کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتی
لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	ہیں وہ ساری چیزیں جو آسمانوں اور زمین
وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ	میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے (فضاؤں
صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ	میں دوڑتے پھرتے ہیں) ہر ایک اپنی
عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝	نماز اور تسبیح سے واقف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
(النور: ۴۱)	جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس سے باخبر ہے۔

لیکن مخلوقاتِ عالم کی تسبیح اور نماز کو انسان سمجھ نہیں سکتا۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ	تسبیح کرتے ہیں اس کی ساتوں آسمان
وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ	اور زمین اور ان کے درمیان پائی جانے
مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ	والی مخلوقات۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے
وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ	جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن
اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝	تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔ بے شک
(الاسراء: ۴۴)	اللہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ: مقدمہ ص ۹-۱۰۔ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۵ء

انسان جب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا اور نماز پڑھتا ہے تو پوری کائنات سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ اس کی آواز کائنات کے ہر گوشے سے اٹھنے والی صدائے عبودیت سے مل جاتی ہے۔ ترکِ نماز کے بعد اس کا راستہ الگ ہو جاتا ہے۔ ساری دنیا جس خدا کی حمد وثنا اور تسبیح میں زمزمہ سنج ہے وہ اس سے غفلت اور بے خبری کی زندگی گذارتا ہے۔ انسان، اللہ تعالیٰ کی عظمت و تقدس کا انکار اور اس کی حمد وثنا سے انحراف کر کے دو ہی رویّے اختیار کر سکتا ہے۔ یا تو اس سے خودسری کی راہ اپنائے گا یا اس کے سوا کسی دوسرے کے گن گانے لگے گا۔ یہ دونوں ہی رویّے کائنات کے مزاج اور خود اس کی فطرت کے خلاف ہیں۔ جو سر خدا کے سامنے سجدہ ریز نہ ہو ذلّت اور پستی اس کا مقدّر ہے۔ خدا جسے عزّت سے محروم کر دے اسے عزّت و رفعت کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ آج اس حقیقت کو جو سمجھنا چاہے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ قیامت کے روز تو یہ آنکھوں کے سامنے ہو گی۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسۡجُدُ	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتے
لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ	ہیں وہ سب جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین
فِی الۡاَرۡضِ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ	میں ہیں اور سورج، چاند، تارے، پہاڑ،
وَالنُّجُوۡمُ وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ	درخت اور جانور اور بہت سے انسان
وَالدَّوَآبُّ وَکَثِیۡرٌ مِّنَ	بھی (اس کو سجدہ کرتے ہیں) اور بہت سے
النَّاسِ ؕ وَکَثِیۡرٌ حَقَّ	وہ ہیں جن پر عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔
عَلَیۡہِ الۡعَذَابُ ؕ وَمَنۡ	جسے اللہ رسوا کرے اسے کوئی عزت دینے
یُّہِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ مُّکۡرِمٍ ؕ	والا نہیں ہے۔ بے شک اللہ جو چاہتا
اِنَّ اللّٰہَ یَفۡعَلُ مَا یَشَآءُ (الحج: ۱۸)	ہے کرتا ہے۔

انسان اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک ماننے اور اس کے سامنے سر بسجود ہونے سے انکار کرتا ہے تو اس وسیع و عریض کائنات کی صحیح اور معقول توجیہ نہیں کر پاتا۔ اس کا دل و دماغ، اس کا مشاہدہ و تجربہ، اس کا ضمیر اور اس کی نفسیات کوئی بھی چیز اس کا ساتھ نہیں دیتی۔ وہ بہت سی معلوم حقیقتوں کو نظر انداز کر کے کائنات سے تعلق قائم کرتا اور فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کے اس غلط رویّہ کی بنا پر یہ وسیع کائنات اسے اپنے اندر سے نکال کر باہر پھینک نہیں دیتی بلکہ ایک وقتِ خاص تک اسے جینے اور اس کی نعمتوں کے بے پناہ ذخائر سے استفادہ کا موقع دیتی ہے۔ اور انسان خدا سے بغاوت کے باوجود

اس بھری کائنات سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن یہ کسی صالح اور شریف انسان کا فائدہ اٹھانا نہیں بلکہ ایک مجرم اور غلط کار کا فائدہ اٹھانا ہے۔

نماز انسان کو وہ عظمت عطا کرتی ہے جس سے بڑی عظمت کوئی اور نہیں ہے۔ نماز کے ذریعہ وہ اس پوری کائنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں لگ جاتا ہے۔ زمین اور آسمان خوشی خوشی اس پر اپنے خزانے کھول دیتے ہیں۔ وہ اسے اس کا جائز حق دار سمجھتے ہیں۔ وہ ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور مزید نعمتوں کے دروازے اس پر کھلنے لگتے ہیں۔ وہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے کی حیثیت سے پاتا ہے، اور آخرت کی کامیابی کا یقین دنیا کی اس زندگی کو اس کے لیے بامعنیٰ اور بامقصد بنا دیتا ہے۔

نماز اللہ کا ذکر ہے

دین کی روح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد انسان کے دل میں بسی رہے، وہ اس کے سامنے جھک جائے اور اس کی اطاعت اور بندگی میں زندگی گزارے۔ اس کا سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ نماز ہے۔ حضرت موسیٰؑ سے کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ نے پہلی بار خطاب فرمایا تو ارشاد ہوا:۔

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ○ (طٰہٰ: ۱۴)	بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔

آیت میں پہلے اس حقیقت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ حقیقی ہے۔ اسی کی عبادت ہونی چاہیے۔ اس کے فوراً بعد نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا اور بتایا گیا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ رہتی ہے۔ اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جو آدمی کو اس کی عبادت اور بندگی کی راہ پر ہمیشہ قائم رکھتی اور کبھی اس سے منحرف ہونے نہیں دیتی۔

آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا تصوّر اس کے دل میں جاگ اٹھتا ہے، اس کی عظمت اور بزرگی کا احساس اس پر چھا جاتا ہے، وہ دست بستہ اس کی حمد و ثنا کرتا ہے، اس کا کلام پڑھتا ہے، اس کے احکام و ہدایات پر غور کرتا ہے، اس کے رو برو جھکتا ہے، اس کے در پر اپنی پیشانی ٹیک دیتا ہے، اس

سے دعائیں اور التجائیں کرتا ہے، اس کے عتاب و عقاب سے پناہ مانگتا ہے، اس کا وجود اس کی پکڑ کے تصوّر سے لرزتا بھی ہے اور ساتھ ہی وہ اس کی رحمت و عنایت کا امیدبھی ہوتا ہے۔ جو شخص بار بار اس پر عمل کرے اور دن میں کئی بار اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے بندہ ہونے کا اعتراف کرے وہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہو سکتا۔ اس کے اندر اللہ کی یاد رچ بس جائے گی۔

انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتا ہے۔ وہ کفر و شرک کا رویّہ چھوڑ کر اس کے انعامات و احسانات کا شکر بجا لاتا ہے تو اللہ کی رحمت خاص اس کی طرف متوجّہ ہوتی ہے اور اس پر مزید انعام و اکرام ہوتے لگتا ہے۔ اس وجہ سے ہدایت کی گئی ہے:-

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا	پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا
لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (البقرہ: ۱۵۲)	اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

اب دیکھئے اللہ کے ذکر سے غافل ہوتے اور اسے بھول جانے کے کیا نقصانات ہیں؛

قرآن مجید میں بار بار یہ حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش کردے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے فراموش کر دیتا ہے۔ اس کے بعد انسان فسق و فجور اور معصیت کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے ایمان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور اس کے نفاق میں مبتلا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ چنانچہ منافقین کے بارے میں کہا گیا۔

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ	وہ اللہ کو بھول گئے اور اللہ بھی انہیں
الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (توبہ: ۶۷)	بھول گیا۔ بے شک منافقین ہی نافرمان ہیں۔

ایک اور موقع پر فرمایا کہ خدا فراموشی انسان کو خود فراموش بنا دیتی ہے۔ انسان خدا کو بھول کر اپنی ذات سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ اسے اپنے نفع نقصان اور سود و زیاں تک کی فکر نہیں رہتی۔ اس سے بچنے کی ہدایت ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا	اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں
اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ	نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو ان
أُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ	کے نفوس سے غافل کر دیا۔ یہی لوگ
(الحشر: ۱۹)	فاسق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو بھولنے یا فراموش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے انکار یا اس کے احکام سے بے نیازی کا رویّہ اختیار کرے، اس کی ہدایت اور تعلیمات کو اس طرح نظرانداز کردے جیسے وہ اس کے لیے نہیں کسی دوسرے کے لیے ہیں۔ ان سے اعراض اور روگردانی کو اپنے لیے تباہ کن سمجھنے کی جگہ اسے کامیابی کا ذریعہ تصور کرنے لگے۔ آدمی کا اپنے آپ کو بھلا دینا یہ ہے کہ اسے اپنی حیثیت یاد نہ رہے۔ اس کا ذہن اس تصوّر ہی سے خالی ہوجائے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور ایک دن اسے اس کے سامنے حاضر ہونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ اس کے بعد آدمی فسق و فجور کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ اس سے کوئی چیز اسے بچا نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے زور دے کر فرمایا کہ یہی لوگ فاسق ہیں۔

اس طرح جو شخص اللہ کو بھول جائے، اس کے دین اور اس کی ہدایات کو مذاق کا موضوع بنالے، دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے اور جسے یہ یاد نہ رہے کہ ایک روزِ جزا بھی ہے جس میں اسے اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بھی اسے فراموش کردے گا، وہ اس کے لطف و عنایت سے محروم ہوگا۔ وہ جہنم میں اس طرح پڑا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم اس کی طرف نہ ہوگی۔

اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ج فَالْیَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا لا وَمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ٥ (الاعراف: ۵۱)	وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو لہو لعب بنالیا تھا اور جنھیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ آج ہم ان کو فراموش کردیں گے جس طرح انھوں نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کردیا تھا اور جس طرح وہ ہماری آیات کا انکار کررہے تھے۔

اگر آدمی یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے، اس کی یاد سے غافل نہ ہو تو اسے شب و روز تضرّع اور آہ و زاری کے ساتھ اس کی رحمت کو آواز دینی ہوگی۔ اس کے لیے پورے اہتمام کے ساتھ نماز کی پابندی ضروری ہے۔ یہ اللہ کے ذکر کا بہترین اور موثر ترین ذریعہ ہے۔ اس سے غفلت کے پردے چاک ہوں گے۔ اور اللہ کی یاد دل کو گرماتی رہے گی۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ٥ (الاعراف: ۲۰۵)	اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو گڑگڑاتے اور ڈرتے ہوئے اور ہلکی آواز میں صبح و شام۔ اور غافلوں میں سے مت ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ سے غافل انسان کے لیے نماز سے زیادہ کامیاب اور کارگر کوئی دوسرا نسخہ نہیں ہے۔

نماز سے تزکیہ ہوتا ہے

نماز سے انسان کو تزکیہ کی دولت ملتی ہے۔ تزکیہ یہ ہے کہ آدمی مادی اور روحانی گندگیوں سے پاک ہو۔ کفر و شرک سے اجتناب کرے، معصیت سے دامن کش رہے اور اخلاق و کردار، تقویٰ و طہارت اور خدا خوفی کی صفات سے خود کو آراستہ کر لے۔ اس طرح تزکیہ ہر طرح کی آلائشوں سے پاک ہو کر اعلیٰ مراتب تک پہونچنے کا نام ہے۔ اس کے برعکس اگر آدمی کفر و شرک اور معصیت کی دلدل میں پھنسا رہے، اپنے اندر اعلیٰ اوصاف نہ پیدا کرے، اللہ نے اس کے اندر جو خوبیاں رکھی ہیں انھیں ابھرنے نہ دے اور پستی ہی میں پڑا رہے تو یہ اپنے ساتھ زیادتی ہے۔ یہ شخصیت کو کچلنا اور ختم کرنا ہے۔ یہ خسران اور تباہی کی راہ ہے۔ اسی کا ذکر ان آیات میں ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ه وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ه (الشمس: ۹-۱۰)	بے شک کامیاب ہو گیا وہ جس نے اس کا تزکیہ کیا اور ناکام ہو گیا وہ جس نے اسے دبا دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تزکیہ دنیا اور آخرت کی فلاح کا ضامن ہے۔ آدمی کا مطلوب کو پا لینا اور نامطلوب سے محفوظ رہنا فلاح ہے۔ ایک اور موقع پر اس کی راہ بتائی گئی ہے۔ ارشاد ہے:-

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ٥ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ٥ (الاعلیٰ: ۱۴-۱۵)	بے شک فلاح پا گیا وہ جس نے اپنا تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔

فلاح کی راہ یہ ہے کہ آدمی کا تزکیہ ہو، وہ اپنے رب کا ذکر کرے اور نماز پڑھے۔ ذکرِ رب یہ ہے کہ اس کا نام لیا جائے اور اس کی عظمت و بزرگی کا اقرار و اعلان کیا جائے۔ اس کی بہترین اور جامع صورت نماز ہے۔ نماز اس بات کا ثبوت ہے کہ آدمی کو ذکرِ رب حاصل ہے اور وہ اسے بھولا نہیں ہے جو اپنے خدا کو یاد رکھے اس کی کامیابی میں کون شبہ کر سکتا ہے۔

نماز کے ذریعہ جس طرح آدمی کا تزکیہ ہوتا ہے اور وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے اسے حدیث میں ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازوں کی مثال (گناہوں سے پاک کرنے کے سلسلہ میں) ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے نہر بہہ رہی ہو۔ اس میں وہ پانچوں وقت غسل کرے[1]

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں یہ مثال کسی قدر تفصیل سے آئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بتاؤ اگر تمہارے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بعد بھی اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ میل باقی نہیں رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا یہی حال پانچ نمازوں کا ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے[2]

مطلب یہ کہ نماز کے ذریعہ انسان معصیت کی آلائشوں سے اسی طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح دن میں پانچ مرتبہ غسل کرنے والا جسمانی میل کچیل سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کو آپ نے ایک اور مثال سے بھی سمجھایا ہے۔

حضرت ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ جاڑے (غالباً جاڑے کے قریب خزاں) کا موسم تھا۔ درختوں کے پتے گر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ ایک درخت کی دو شاخیں لیں تو اس سے پتے گرنے شروع ہو گئے۔ آپ نے آواز دی ابو ذر! میں نے عرض کیا بندہ حاضر ہے، ارشاد ہو۔ فرمایا۔ ایک مسلمان جب محض اللہ

---

[1] مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب المشی الی الصلوٰۃ الخ

[2] بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب الصلوٰت الخمس کفارۃ۔ مسلم، حوالہ سابق۔

کی رضا کی خاطر نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑتے ہیں[۱]

نماز توبہ ہے

نماز حقیقت میں توبہ بھی ہے۔ نماز شعور کے ساتھ پڑھی جائے تو آدمی کو اپنی غلطیوں کا احساس ہوتا ہے، ندامت کا جذبہ ابھرتا ہے، آئندہ گناہوں سے بچنے کا عزم وارادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی توبہ ہے۔ اس سے 'سیئات' ڈھلتی رہتی ہیں۔ ارشاد ہے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ	نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں
وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنَاتِ	میں اور رات کے کچھ حصوں میں۔ بے شک
یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِکَ	نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ نصیحت
ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ ۝ (ہود: ۱۱۴)	ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے

حدیث سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ نماز سے گناہ دھلتے اور معاف ہوتے ہیں
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا۔ (پھر اسے ندامت ہوئی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود کی مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میری پوری امت کے لیے ہے جو بھی اس پر عمل کرے (جس کسی کے اندر بھی غلطی کے بعد احساسِ ندامت ابھرے اور وہ نماز کے ذریعہ اللہ کی طرف رجوع کرے[۲]

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے ایک حد کا ارتکاب کر دیا ہے مجھ پر حد جاری فرمائیے[۳] اتنے میں نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی۔ اس نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوتے کے

---

[۱] مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ بحوالہ مسند احمد

[۲] بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب الصلوۃ کفارۃ مسلم، کتاب التوبہ، باب قولہ ان الحسنات یذھبن السیأت۔

[۳] یہاں حد سے مراد تعزیر ہے۔ اس لیے کہ حد کے ارتکاب کا ثبوت فراہم ہونے کے بعد حد لازماً جاری ہوگی۔

بعد بھی اس نے یہی بات دہرائی کہ میں نے حد کا ارتکاب کیا ہے مجھ پر حد جاری فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ نے تمہارا گناہ معاف کر دیا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم گھر سے نکلے کیا تم نے اچھی طرح وضو نہیں کیا تھا؟ پھر ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی؟ اس نے عرض کیا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری 'حد' معاف کر دی یا یہ فرمایا کہ تمہارا گناہ معاف کر دیا۔

بظاہر یہ سب ایک ہی واقعہ کی تفصیلات ہیں۔ امام مسلم نے یہ تمام روایات جمع کر دی ہیں [۱]

غلطی کسی سے بھی ہو سکتی ہے۔ اگر آدمی اس کا اعتراف کرے، اس پر نادم ہو، اس سے پاک ہونے کی شدید خواہش اس کے اندر پائی جائے تو جو نمازیں وہ ادا کرتا ہے وہی اس کے لیے توبہ بن جائیں گی۔ الگ سے توبہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

اوپر کی آیت میں 'حسنات' کو کفارۂ سیئات کہا گیا ہے۔ 'حسنات' میں نماز کے ساتھ دیگر عبادات بھی آتی ہیں۔ ان سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس سے صغائر مراد ہیں۔ اس سلسلہ کی ایک حدیث یہاں پیش کی جا رہی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الصلوٰت الخمس والجمعة	پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ،
الی الجمعة و رمضان الی رمضان	ایک رمضان سے دوسرا رمضان، یہ ان
مکفّرات ما بینھن اذا	غلطیوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں جو
اجتنب الکبائر [۲]	ان کے درمیان ہوتی ہیں جب کہ آدمی
	کبائر سے اجتناب کرے۔

عبادات سے صغیرہ گناہ اس وقت معاف ہوتے ہیں جب کہ آدمی کبائر سے دامن کش رہے۔ ایک طرف عبادات بھی جاری رہیں اور دوسری کبائر کا ارتکاب بھی

---

[۱] مسلم، کتاب التوبۃ، باب قولہ تعالیٰ ان الحسنات یذھبن السیئات۔
[۲] مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوات الخمس ..... ما اجتنبت الکبائر

ہوتا رہے تو اس سے کبائر معاف نہیں ہو جائیں گے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا	اگر تم ان بڑے گناہوں سے جن
تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ	سے تمہیں منع کیا جاتا ہے بچے رہو گے
سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ	تو ہم تمہارے سئیات (چھوٹے گناہ) کو
مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○	معاف کردیں گے اور تمہیں عزت کی
(النساء: ۳۱)	جگہ میں داخل کریں گے۔

جو زندگی کبائر سے پاک ہو حسنِ عمل سے ضرور آراستہ ہو گی۔ پھر بھی جو لغزشیں ہوں گی اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرما دے گا۔ کبیرہ کے ارتکاب کے بعد توبہ ضروری ہے۔ اس کے شرائط ہیں۔ یہاں ان سے بحث نہیں ہے۔

نماز سے اللہ کے نیک بندوں کی رفاقت حاصل ہوتی ہے

نماز اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور اس کے نیک بندوں کا سب سے نمایاں وصف ہے۔ نماز ادا کر کے انسان ان نیک بندوں سے مشابہت اختیار کرتا ہے۔ گویا وہ ان کا ہم نشین بن جاتا ہے۔ یہ کتنی بڑی سعادت ہے جو نماز کے ذریعہ انسان کو ملتی ہے۔ بنو اسرائیل کو ہدایت کی گئی تھی کہ نماز کی پابندی کرو اور نمازیوں میں شامل ہو جاؤ۔ اس کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ	نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع
وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (البقرہ: ۴۳)	کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

بعض اوقات کسی عمل کے خاص اجزاء کا ذکر ہوتا ہے لیکن پورا عمل مراد ہوتا ہے۔ رکوع اور سجدہ نماز کے اہم ارکان ہیں۔ یہاں رکوع سے پوری نماز اور رکوع کرنے والوں سے نمازی مراد ہیں۔ یہی انداز ایک دوسری جگہ بھی اختیار کیا گیا ہے۔ لیکن وہاں رکوع کے ساتھ سجدہ کا بھی ذکر ہے۔ حضرت مریمؑ کو حکم ہوا۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَ	اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے
اسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ	پروردگار کی اور سجدہ کیا کرو اور رکوع
الرّٰكِعِيْنَ ○ (آل عمران: ۴۳)	کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔

کہیں حکم ہے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ	پس تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کے
مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ	ساتھ اور سجدہ کرنے والوں میں سے
رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝	ہو جاؤ اور اپنے رب کی عبادت کرو یہاں
(الحجر: ۹۸-۹۹)	تک کہ موت آجائے۔

یہی مضمون ایک اور موقع پر ان الفاظ میں بیان ہوا ہے

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ	اور بھروسہ کرو اس زبردست اور
الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝	رحم کرنے والے پر جو تمہیں دیکھتا ہے اس
وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝	وقت جب تم کھڑے ہوتے ہو اور
(الشعراء: ۲۱۷-۲۱۹)	سجدہ کرنے والوں کے درمیان چلتے پھرتے ہو۔

یہ ہدایات ناسازگار حالات میں دی گئیں کہ آپ ان سے ہراساں نہ ہوں اور خدائے عزیز و رحیم پر توکل کریں۔ وہ آپ کے حالات سے اور مسائل و مشکلات سے بے خبر نہیں ہے، آپ اس کی نگاہوں میں ہوتے ہیں جب آپ حالتِ نماز میں اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان قیام و قعود اور رکوع و سجدہ کرتے ہیں۔ یہ تصویر کشی کی گئی ہے صحابہ کرام کی کہ وہ اللہ کی یاد میں سجدوں میں ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے درمیان اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ اس میں اہل ایمان کو ان کی صف میں شامل ہونے کی ہدایت بھی ہے۔ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ آدمی کو اللہ کے رسولوں اور اس کے نیک بندوں کی رفاقت حاصل ہو جائے۔ نماز کے ذریعہ انسان اسی سعادت کا سزاوار ہوتا ہے۔

نماز میں خشوع کی ہدایت

نماز کے فوائد و ثمرات اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب کہ اس کے اندر خشوع ہو۔ خشوع ہی سے اس کے اندر روح پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے پیغمبروں کی دعا اور عبادت کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي	بے شک وہ بھلائیوں میں ایک دوسرے

الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا	سے آگے بڑھتے تھے اورہمیں پکارتے
وَّرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ	تھے امید اور خوف سے اور ہمارے
(الانبیاء : ۹۰)	اطاعت گزار تھے۔

قرآن مجید نے ایک جگہ پورے زور اور قوت کے ساتھ فرمایا قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ، یعنی اہل ایمان کامیاب اور بامراد ہیں۔ ان کی کامیابی میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ کوئی انھیں ناکام سمجھتا ہے تو یہ اس کی نادانی ہے۔ ان کامیاب اور بامراد انسانوں کی پہلی خوبی ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ	وہ جو اپنی نمازوں میں خشوع
خَاشِعُونَ (المومنون : ۲)	اختیار کرتے ہیں۔

جو نماز خشوع کے ساتھ ادا کی جائے زندگی پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلّق مضبوط ہوتا ہے۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا شوق ابھرتا ہے۔ نماز آدمی کے لیے بارگراں نہیں بلکہ سامانِ سرور وفرحت ہوتی ہے۔ وہ خوشدلی سے اسے ادا کرنے لگتا ہے اور اس میں ایک طرح کا روحانی کیف محسوس کرنے لگتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے :

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَ	اور مدد طلب کرو صبر اور نماز سے۔
الصَّلٰوةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى	بے شک نماز بھاری ہے مگر ان لوگوں
الْخَاشِعِينَ ۝ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ	کے لیے نہیں جو خشوع اختیار کرتے ہیں۔
مُلٰقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ	جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے
رَاجِعُونَ ۝	ملنے والے ہیں اور انھیں اسی کی طرف
(البقرہ : ۴۵-۴۶)	لوٹ کر جانا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خشوع کے اندر یہ بات بھی شامل ہے کہ آدمی کے اندر خدا کا خوف اور اس کے سامنے جواب دہی کا احساس پایا جائے۔ اس باطنی کیفیت سے انسان کا ظاہر بھی متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جسم پر لرزہ طاری ہونے لگتا ہے۔ اس کی آواز پست ہوجاتی ہے، اس کی نگاہیں جھک جاتی ہیں اور وہ بے اختیار خدا کے سامنے سر جھکا دیتا ہے یہی خشوع ہے۔ یہ کیفیت جتنی زیادہ ہوگی نماز اتنی ہی موثر ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں میں خشوع کی جو کیفیت ہے تھی اس کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ حضرت مطرف بن عبداللہ الشخیر روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد (عبداللہ) نے بتایا کہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت نماز ادا فرما رہے تھے آپ رو رہے تھے۔ سینہ سے اس طرح کی آواز نکل رہی تھی جیسے جلتے چولھے پر بند ہانڈی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں جیسے چکی چل رہی ہو[1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کی جو دعائیں منقول ہیں ان سے آپ کے بے پناہ خشوع و خضوع کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں یہ الفاظ ادا فرماتے تھے۔

اللھم لک رکعت و بک	اے اللہ میں نے تیرے لیے
آمنت و لک اسلمت خشع	رکوع کیا، تجھ پر ایمان لایا۔ تیرا مطیع
لک سمعی و بصری و مخی	ہوگیا۔ جھک گئے تیرے سامنے میرے کان، میری
و عظمی و عصبی[2]	آنکھیں، میری ہڈیوں کا گودا، میری ہڈیاں اور میرے پٹھے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب مالا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ و ما یباح منہ بحوالہ مسند احمد، ابو داؤد، نسائی۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ رونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ مطلقاً یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ آہ و زاری کی کیفیت سینہ مبارک میں محسوس کی گئی، زبان سے اس کا اظہار نہیں ہوا۔ زبان سے الفاظ ادا ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہاں اس کیفیت کے غلبہ کی وجہ سے کچھ الفاظ زبان سے نکل جائیں تو نماز میں خرابی نہیں آئے گی۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ جنت و جہنم کا ذکر ہو اور خوف و خشیت کی وجہ سے زبان سے آواز نکل پڑے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن آدمی اپنی کسی مصیبت اور پریشانی کا اظہار کرنے لگے تو یہ انسانی کلام ہوگا اور اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ملاحظہ ہو مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۳/۸۲-۸۳ طبع بیروت ۱۹۹۴ء) خوف و خشیت کی وجہ سے زبان سے آواز کا نکل پڑنا ایک الگ چیز ہے اور اس میں انسانی کلام کا شامل ہو جانا ایک دوسری چیز۔ پہلی صورت بظاہر مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ دوسری صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی، اس سے احتراز کرنا چاہیے

[2] مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرہا، باب الدعاء فی صلوٰۃ اللیل و قیامہ۔ ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ باب ما یستفتح بہ الصلوٰۃ من الدعاء

نماز میں خشوع مطلوب ہے۔ حقیقی رکوع اس بات کی علامت ہے کہ آدمی اس مطلوب کو پورا کر رہا ہے۔

خشوع کے بغیر نماز ناقص رہتی ہے۔ ظاہری لحاظ سے اس میں کوئی کمی نہ بھی ہو تو اپنی روح کے اعتبار سے کمی رہتی ہے۔ حضرت فضل بن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

الصلوٰة مثنیٰ مثنیٰ تَشَهَّدُ	نماز (تہجد کی) دو دو رکعت ہے۔ ہر
فی کل رکعتین وتَخَشَّعُ وتَضَرَّعُ	دو رکعت میں تم تشہد پڑھو گے۔ خشوع
وَتَمَسْکَنُ وَتَذَرَّعُ وتُقْنِعُ	وخضوع اختیار کرو گے، آہ وزاری کرو گے،
یدیك یقول ترفعهما الی	عاجزی اور مسکینی اختیار کرو گے، لمبی دعا
ربك مستقبلاً ببطونهما	کرو گے، اپنے ہاتھ اپنے رب کے
وجهك وتقول یاربِّ یا	سامنے اس طرح اٹھاؤ گے کہ ہتھیلیاں
رَبِّ ومن لم یفعل	تمہارے چہرے کی طرف ہوں اور کہو گے
ذالك فهو کذا وکذا	اے میرے رب! اے میرے رب۔
	جو ایسا نہ کرے وہ ایسا ہے اور ایسا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

من لم یفعل ذالك فهی خداج[1]	جو ایسا نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قلب سے پناہ طلب کی ہے جو خشوع سے خالی ہے۔ آپ کی ایک لمبی دعا کے بعض فقرے یہ ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ	اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا
مِنْ علم لا ینفع، ومن	ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے ایسے
قلب لا یخشع، ومن	قلب سے جو خشوع سے خالی ہو، ایسے
نفس لا تشبع، ومن	نفس سے جو آسودہ نہ ہو، اور ایسی

[1] ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی التخشع فی الصلوٰۃ

دعوۃ لا یستجاب لہا[1] — دعاسے جس کے لیے درِاجابت نہ کھلے

نماز میں قنوت مطلوب ہے

قرآن مجید میں اللہ کے نیک بندوں کے جن اوصاف کا ذکر ہے، ان میں ایک قنوت بھی ہے۔ قنوت کے معنی اطاعت وفرماں برداری اور سر جھکا دینے کے ہیں۔ ذیل کی آیت میں قنوت کا لفظ بظاہر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَ	وہ صبر کرنے والے ہیں، اپنے (دعویٰ
الْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَ	ایمان میں) سچے ہیں، اطاعت گزار ہیں،
الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝	راہِ خدا میں خرچ کرنے والے اور آخر
(آل عمران: ۱۷)	شب میں استغفار کرنے والے ہیں۔

قنوت کی خوبی مردوں اور عورتوں دونوں ہی میں ہونی چاہیے۔ قرآن ان میں جو اعلیٰ صفات دیکھنا چاہتا ہے اس کے ذیل میں فرمایا:-

.... وَالْقَانِتِیْنَ وَالْقَانِتَاتِ...	..... اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت
(الاحزاب: ۳۵)	کرنے والی عورتیں.....

نماز میں قنوت مطلوب ہے۔ ارشاد ہے۔

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ	حفاظت کرو نمازوں کی (خاص طور
وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا	پر) درمیان کی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو
لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۸)	اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ۔

قنوت میں خامشی، تواضع، عاجزی اور مسکنت کا بھی مفہوم ہے۔ یہی یہاں مراد ہے۔ اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ نماز میں سکون اور طمانینت ہو، یکسوئی کے ساتھ ادا کی جائے، نماز کے منافی کوئی حرکت نہ ہو، گفتگو سے احتراز کیا جائے اور اس میں کوئی بیرونی کلام شامل نہ ہونے پائے اور تواضع اور عاجزی کی کیفیت طاری رہے۔

حضرت معاویہ بن حکم رضؓ اپنے اسلام کے ابتدائی دور کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی حالت میں ایک شخص نے چھینک ماری، میں نے یرحمک اللہ کہا تو لوگوں نے

---

[1] مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل

مجھے اشاروں میں خاموش کر دیا۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بڑی ہی شفقت اور محبت سے فرمایا۔

إن هٰذه الصّلوٰة لا يصلح فيها شئ من كلام الناس انما هى التسبيح والتكبير و قرأة القرآن[۱]	بے شک نماز میں کچھ بھی انسانی کلام صحیح نہیں ہے۔ یہ تو بس تسبیح، تکبیر اور قرآن کا پڑھنا ہے۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

انما الصلوٰة لقراءة القرآن وذكر الله عز وجل فاذا كنت فيها فليكن ذالك شانك	نماز تو بس قرآن کے پڑھنے اور اللہ عزّ و جل کے ذکر کے لیے ہے۔ جب تم نماز میں رہو تو تمہیں اسی میں لگے رہنا چاہیے۔

فرماتے ہیں میں نے آپ سے زیادہ رفیق اور ہمدرد معلّم نہیں دیکھا[۲]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے ہوئے ہمارے سلام کا جواب دیا کرتے تھے۔ ہجرتِ حبشہ سے واپسی کے بعد میں نے آپ کو نماز کی حالت میں سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ نماز کے بعد اس کی وجہ بیان فرمائی۔ إن فى الصلوٰة لشغلاً (نماز میں بڑی مشغولیت ہوتی ہے)[۳]

حضرت زید بن ارقم کی روایت ہے کہ ہم لوگ نماز میں ضرورت پر اپنے بھائی سے کلام کر لیا کرتے تھے۔ لیکن جب آیت "قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" نازل ہوئی تو حکم دیا گیا کہ ہم نماز میں سکوت اختیار کریں[۴]

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں التفات (اِدھر اُدھر دیکھنے اور رخ کرنے) کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اچک لینا ہے۔ شیطان بندے کی نماز سے اچک کر لے جاتا ہے (اسے اپنی کامل

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب مالا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ۔ بحوالہ مسلم

[۲] ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ

[۳] بخاری، کتاب العمل فی الصلوٰۃ، باب ما ینہی فی الکلام فی الصلوٰۃ۔ مسلم۔ کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ الخ

[۴] بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ البقرہ، باب قول اللہ قوموا للہ قانتین، مسلم حوالہ سابق۔

شکل میں ادا کرنے نہیں دیتا[1]

اس کی تائید ایک اور روایت سے ہوتی ہے۔ حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لایزال اللہ عز وجل	بندہ اپنی نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ
مقبلاً علی العبد وھو فی	مسلسل اس کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک
صلاتہ مالم یلتفت	کہ وہ (اِدھر اُدھر) التفات نہ کرے، جب
فاذا التفت انصرف عنہ[2]	وہ التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے رخ پھیر لیتا ہے۔

قنوت، قیام کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس سے نماز میں قیام مراد ہے، یہ درحقیقت اللہ کے دربار میں حاضری ہے۔ یہ حاضری جتنی طویل ہوگی اتنا ہی آدمی روحِ نماز سے بہرہ ور ہوگا۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا "ای الصلوٰۃ افضل"۔ سب سے زیادہ فضیلت والی نماز کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا "طول القنوت" جس نماز میں قیام طویل ہو[3]

وہ نماز جس میں خشوع و خضوع ہو، سرفگندگی اور اطاعت کا جذبہ موج زن ہو، ظاہر ہی نہیں باطن بھی جھک گیا ہو، جس میں قنوت ہو، خامشی کے ساتھ اللہ کی طرف توجہ، اس کے دربار میں طویل قیام ہو وہ ضرور اپنا اثر دکھائے گی۔ یہ چند مخصوص حرکات و سکنات کا بے جان عمل نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ سے قربت کا ذریعہ ہوگی۔ اس سے زندگی کو ایک خاص رخ ملے گا۔ وہ رُخ جو انسان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی سے ہم کنار کرتا ہے۔

---

[1] بخاری، کتاب الاذان، باب الالتفات فی الصلوٰۃ

[2] مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ، باب مالا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ۔ بحوالہ احمد، ابوداؤد، نسائی

[3] مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب افضل الصلوٰت طول القنوت۔